

برطانوی دور کی شخصی یادگار

چوہدری رستم علی

وقف اللہ

ننگ وطن کردار کی جھلکیاں

سر ظفر اللہ کی وفات سے قادیانیت کی تاریخ کا ایک باب ختم ہو گیا۔ سر ظفر اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بچپن میں دیکھا اور ان کی نبوت پر ایمان لائے کیونکہ ان کا گھرانہ قادیانیت کی آغوش میں جا چکا تھا۔ ۱۹۰۴ء میں مرزا غلام احمد سیالکوٹ میں ایک لیکچر دینے گئے تو سر ظفر اللہ اس مجلس میں موجود تھے۔ وفاداری بشرط استواری کے اصول کے تحت آپ نے تمام عمر قادیانیت کے لئے وقف کر دی۔ مرزا قادیانی کے بعد حکیم نور الدین کے دور (۱۴-۱۹۰۸ء) میں آپ نے لندن میں تعلیم مکمل کی اور پھر مرزا محمود (۱۹۶۵/۱۹۱۴ء) کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں رہے۔ مرزا محمود کے بعد تیسرے قادیانی سربراہ مرزا ناصر احمد اور موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد سے بھی آپ نے بھرپور تعاون کیا اور کسی طور بھی قادیانی مسلک کی ترویج اور اپنے مشن کے لئے کام کرنے میں کوتاہی نہ کی۔ اگرچہ اس دور میں قادیانیت کو بہت سخت اور صبر آزما حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

سر ظفر اللہ کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں۔ آپ ایک وکیل، آئینی و سیاسی ماہر اور قانون دان تھے۔ برطانوی دور میں اور عہدوں کے علاوہ آپ دائرہ کے کونسل کے ایک ممبر بھی تھے اور اس لحاظ سے انگریزوں کی نوآبادیاتی پالیسی سے بخوبی آگاہ رہتے تھے۔ سر ظفر اللہ کا تمام کیریئر اس بات پر منحصر تھا کہ آپ انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کی ٹہنی کا پتہ تھے۔ برطانوی سامراج کی پالیسیوں کی تکمیل اور ان کے نوآبادیاتی عزائم کو پورا کرنے میں ہر وقت اور ہر طرح مستعد رہتے تھے۔ مرزا محمود سربراہ دوم اور برطانوی اعلیٰ افسروں کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ آپ ہی کی ذات تھی۔ انگریزوں کو آپ کی وفاداری، تاج برطانیہ سے محبت، برطانوی راج کے استحکام کیلئے سرفروشی اور فدایت پر پورا پورا یقین داعتماد تھا۔ برطانوی حلقوں میں آپ شاہ (انگلستان) سے زیادہ وفادار سمجھے جاتے تھے۔ قادیانی جماعت نے ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۷ء تک جن جن سیاسی سازشوں میں حصہ لیا اس کے پس پردہ آپ کی مشاورت اور مرزا محمود کے احکامات کو گہرا دخل تھا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم اول، ترکی خلافت، عدم تعاون، ہجرت وغیرہ کی تحریکوں میں قادیانیوں کے گھناؤنے اور اسلام دشمن سیاسی کردار میں سر ظفر اللہ کا بڑا حصہ تھا۔ آپ ہی نے پہلی دفعہ مرزا محمود کے ساتھ ۱۹۱۶ء میں یہودی سیکرٹری آف سٹیٹ لارڈ مینٹو سے دہلی میں ملاقات کی اور سیاسی

امور خصوصاً خود مختار حکومت کے مسئلہ پر قادیانی مؤقف کی وضاحت کی اس کے بعد ہرنے وائسرائے ہند کو جماعت احمدیہ نے جو ایڈریس پیش کئے ان میں آپ پیش پیش رہے۔ ان ایڈریسوں میں جماعت کی انتہائی وفاداری، انگریز کی سچی خدمت اور اطاعت کامل کے جذبات کا اظہار ہوتا اور تجدید عہد کی جاتی۔ انگریز کی سیاسی پالیسیوں اور شاعرانہ چالوں کی تکمیل کیلئے احمدیہ جماعت کو خفیہ فنڈز سے معتد بہ حصہ ملنا چاہئے۔ مرزا محمود نے کئی خطوں میں کہا ہے کہ وہ انگریز کی سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ احمدیہ جماعت، برطانوی حکومت کی ایک سیاسی ایجنسی سمجھی جاتی تھی اور احمدی انگریز کے جاسوس قرار دئے جاتے تھے۔ انگریز ایک طرف خفیہ مالی ذرائع مہیا کرتا۔ تو دوسری طرف مسلمانوں کے کوٹے سے قادیانیوں کو اعلیٰ عہدے عطا کر کے وفادار جماعت کی ترقی میں مدد دیتا۔

سرفراز اللہ برطانوی سول سروس کے افسروں اور قادیانی امیدواروں کے درمیان ایک اہم رابطہ تھے۔ آپ قادیانیوں کی ایک مقررہ تعداد کو فوج، سول اداروں اور خفیہ اداروں میں بھرتی کراتے اور ان کو بڑھنے پھولنے کے مواقع مہیا کرتے تاکہ خلافت کے چندوں میں اضافہ ہو۔ مرزا قادیانی کی امت بڑھے اور انگریز کے راز محفوظ رہیں۔ سرفراز اللہ کو سرفضل حسین کی زبردست سرپرستی حاصل رہی۔ آپ کو گول میز کانفرنس میں سرفضل حسین نے بھجوایا۔ تاکہ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی آواز کو دہائیں ان کانفرنسوں میں آپ نے سرفضل حسین کی سیاسی پالیسی کے ترجمان کے طور پر کام کیا اور انگریز سے خراج تحسین حاصل کیا اور سر کا خطاب پایا۔ چوہدری رحمت علیؒ کی پاکستان سکیم کو آپ نے واہمہ اور ناقابل عمل بتایا۔

۱۹۳۱ء میں انگریز کے خلاف ہندوستانی انقلابیوں کی تحریکوں میں سرفراز اللہ انگریز کے قانونی مشیر تھے اور دہلی سازش کیس میں سرکار کے وکیل تھے۔ سر جیمز کیریئر رکن داخلہ سرکار برطانیہ آپ کو کراؤن کونسل مقرر کرنے میں از حد دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی سال ۱۹۳۱ء میں قادیانی حلقوں نے برطانوی اہل کاروں، سرکار پرستوں، جاگیرداروں اور نوابوں کی مدد سے مسلم لیگ کی قیادت کو چار بڑے دھڑوں میں تبدیل کر کے ایک دھڑے کی صدارت کے لئے سرفراز اللہ کو منتخب کیا لیکن اسلامیان ہند نے مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہ ہونے دیا۔ ایک کوٹھی میں چھپ چھپا کر چند ریزولیشن پاس کر کے پریس کو دے دئے گئے۔ اس زمانے (۱۹۳۲ء) میں وائسرائے نے آپ کو اپنی کونسل میں بطور ممبر لے لیا۔ سرفضل حسین نے اسکی بھرپور سفارش کی۔

۱۹۳۵ء کے بعد آزادی کشمیر کی جدوجہد میں مسلم زعماء نے ہندوستان سے ایک تحریک کی نواٹھائی قادیانی شاعر مرزا محمود نے کشمیر میں قادیانی سٹیٹ قائم کرنے کی ایک سازش تیار کر کے انگریز کی مدد سے ایک وسیع تبلیغی پروگرام تیار کیا۔ سرفراز اللہ نے برطانوی نوآبادیات کی سیاسی پالیسی کی تکمیل کے لئے برطانوی سیکرٹری آف سٹیٹ کے اشاروں پر کشمیر میں سیاسی رہنماؤں کو خریدا اور ریاست میں قادیانی مشن قائم کرائے۔ مرزا محمود نے کشمیر کمیٹی

کے پلیٹ فارم کو ان مذہب مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ انگریز کشمیر اور شمالی سرحدی علاقوں میں وفادار جماعتوں اور جاسوسوں کو پردان چڑھا کر ایک تو روسی تو وسیع پسندی کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے اس علاقے کے شخص کو بدلنا چاہتا تھا۔ احرار رہنماؤں نے قادیانیوں کی ان سازشوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور سرخشاہ بطور مسلمان وائسرائے کی کونسل میں تقرر کے خلاف آواز اٹھائی۔ قادیان میں احرار کی تحریک (۱۹۳۴ء) جسٹس کھوسے کے جرات مندانہ فیصلے کشمیر علیہ کے نعرے اور احرار رضا کاروں کی گرفتاریوں نے سامراجی تنظیم قادیانیت پر کاری ضرب لگائی۔ ان حالات میں سرخشاہ نے خود اور اپنی والدہ کی معرفت وائسرائے پر کافی اثر ڈالا اور احرار کی تحریک کو ناکام بنانے میں ہر حربہ اختیار کیا۔

شہید گنج کی تحریک کے درپردہ سیاست میں سرخشاہ اور سرخشاہ حسین کی شاطرانہ چالوں کو گہرا دخل تھا۔ قادیانی رضا کاروں نے مسلمانوں اور احرار کے زعماء کے درمیان تصادم پیدا کرنے اور پنجاب کی سیاست میں سرکار نواز یونینسٹ طائفے کو ابھرنے کا موقع دینے میں پوری توانائیاں صرف کیں جس کے نتیجے میں "احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔"

۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت جو انتخابات ہوئے ان میں قادیانی جماعت پنجاب کی یونینسٹ قیادت کے ساتھ تھی۔ قادیانیوں نے مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کی اور کانگریسی وزارتوں کے قیام پر خوشی کے شادیانے بجائے۔ لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح کے ۱۹۳۴ء کے فائل قادیانیت کے سیاسی چہرے کی نقاب کشائی کرتے ہیں اور سرخشاہ کے سیاسی کردار کے خدوخال پیش کرتے ہیں۔ لاہوری جماعت نے مسلم لیگ کی پالیسی سے اتفاق کیا جبکہ قادیانی جماعت نے کانگریس کا ساتھ دیا اور بعض کانگریسی رہنماؤں کو قادیان مدعو کیا گیا۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت علامہ اقبالؒ کے جرات مندانہ مقالے نے قادیانیت کے سیاسی عزائم اور دینی غداریوں کو واضح کر دیا تھا جس کے بعد قادیانی پنڈت نہرو سے عقیدت کا اظہار کر رہے تھے پنڈت جی کا لاہور سٹیشن پر قادیانی رضا کاروں نے استقبال کیا اور غز قوم کے نعرے لگائے۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک کا زمانہ کانگریس سے بینگیں بڑھانے میں گزر گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں سرخشاہ انگریز کانگریس ناطقہ تھا۔ قادیانی جماعت نے جنگ میں بھرتی دی، مالی تعاون کیا اور بین الاقوامی سطح پر تحریک جدید کے مشنوں کے تحت انگریز کے لئے جاسوسی کی۔ سرخشاہ اور مرزا محمود ان تمام کاروائیوں کے پس پردہ برطانوی مہروں کے طور پر کام کرتے رہے۔ انہوں نے کبھی بھی مسلمانوں کی آزادی و حریت کے حق میں آواز نہ اٹھائی۔ جتنی جتنی انگریز نے ہندوستان کو آزادی دینے کی پالیسی میں نرمی کی اتنی اتنی قادیانی پالیسی میں اپنے مفاد کے لئے لچک پیدا ہوئی۔ ۱۹۴۵ء سے لیکر ۱۹۴۶ء تک نہ تو

مرزا محمد نے اور نہ ہی مرزا محمود نے پاکستان کے حق میں کوئی آواز بلند کی ان کی تمام تر توجہ قادیان کو اپنی مملکت بنانے پر مرکوز رہی۔ ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں قادیانی جماعت نے مسلم لیگ کی نام نہاد حمایت کا جوا اعلان کیا وہ انتہائی منافقت، عیاری اور موقع پرستی پر مبنی تھا۔ ہر حلقے کے انتخاب میں قادیانیوں نے الگ پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ اکثر جگہوں پر یونینسٹ امیدواروں کا ساتھ دیا گیا اور کئی آزاد امیدواروں نے قادیان میں اگر جماعت احمدیہ کا تعاون حاصل کرنے کے معاہدے کئے۔

مرزا محمد احرار کی ایک اہم سیاسی شخصیت کو سیالکوٹ سے قادیان لائے اور مرزا محمود سے ایک معاہدہ کرنے کی سفارش کی۔ کئی انتخابی حلقوں میں قادیانیوں نے مسلم لیگ کے امیدواروں کے خلاف ذلیل پراپیگنڈہ کیا اور انہیں ناکام بنانے کے حربے اختیار کئے۔ مرزا محمد کا ایک بھی ایسا بیان موجود نہیں جس میں انہوں نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا ہو۔ یا مسلم لیگ کی ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک کی سیاسی پالیسی کے حق میں کوئی واضح بیان دیا ہو۔ آپ کو انگریزی حکومت کے ہمیشہ کے قیام میں اپنی اور قادیانیت کی بقا و مضمر نظر آتی تھی آپ کے دینی عقائد، سیاسی مزاج اور برطانوی آقاؤں سے تعلقات اس بات کی کسی طور پر اجازت نہ دیتے تھے کہ آپ انگریز کی بالادستی کو دھلتا ہوا دیکھیں۔ قادیان کی آزادانہ حیثیت کے قیام کے لئے ۱۹۴۷ء کے وسط میں مرزا محمود نے اپنی سیاسی پالیسی میں جو معمولی تبدیلی پیدا کی اور مسلم لیگ کی طرف جس جھکاؤ کا اظہار کیا اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ کیونکہ پنجاب کی تقسیم کا اعلان ہو چکا تھا۔ اور پاکستان کا وجود ایک حقیقت بن کر ابھر رہا تھا۔ قادیان میں علیحدہ ویٹیکن قسم کی ریاست عملاً دشوار امر تھا۔

مرزا محمد نے پاکستان کے وزیر خارجہ کے طور پر برطانوی اور بعد میں امریکی اشاروں پر جو خارجہ پالیسی وضع کی اس کے مضمرات ہمارے سامنے ہیں کشمیر کے مسئلے پر آپ کی طویل تقریریں مسئلے کو الجھانے کا باعث بنیں۔ افغانستان کے سلسلے میں آپ نے وہ رویہ اختیار کیا جو مرزا قادیانی نے برطانوی جاسوس مولوی لطیف کی سنگساری اور مرزا محمود نے دوسرے قادیانی جاسوسوں کے افغانستان میں قتل کے سلسلہ میں روا رکھا۔ فلسطین یا دیگر اسلامی ممالک کی آزادی کے سلسلے میں مرزا محمد نے پاکستان کی سیاسی پالیسی اور اس کے عربوں کی حمایت کے موقف کو پیش کیا۔ اپنی ذاتی حیثیت سے وہ ان اسلامی ممالک کے تمام باشندوں کو مطلق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔ ان ممالک کے سربراہوں نے اپنے نیم خود مختار یا انقلابی اقتدار میں قادیانی مشن یا تو قائم نہ ہونے دئے یا ان کے قیام کے بعد ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کا جرم کیا۔ مرزا قادیانی نے دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں اپنا لٹریچر روانہ کر کے وہاں کے علماء، زعماء اور خلافتِ ترکیہ کے خلاف نہایت بدگوئی کی اور ان کی تباہی کی پیش گوئیاں اور انگریز کی حکومت کے غلبے کی دعائیں کیں۔ مرزا محمود

نے اپنے جاسوسوں اور صیہونی ایجنٹوں اور یہودی آقاؤں کی مدد سے اسلامی ممالک کی سالمیت کو نقصان پہنچایا۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے اس شجر خبیثہ کا ایک پھل کس طرح مسلمانوں کا بھی خواہ ہو سکتا تھا؟ وہ ایک تنخواہ دار وکیل کی طرح تھا جس کو فیس ادا کر کے آپ کسی قسم کے کیس کی وکالت کر سکتے ہیں۔ پاکستان کی وزارت خارجہ سے علیحدگی کے بعد وفات تک کے تقریباً تیس سالوں میں سر ظفر اللہ، قادیانی جماعت، مرزا محمود، مرزا ناصر اور مرزا طاہر میں سے کسی نے بھی فلسطین یا اسلامی ممالک کے لئے کوئی آواز بلند نہ کی۔ انہوں نے تو صیہونی اشاروں پر فلسطین میں ۱۹۴۸ء سے لے کر آج تک مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازشیں کیں جنکی تفصیل کتاب ”قادیان سے اسرائیل تک“ مؤثر المصنفین اکوڑہ خشک میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

عالمی عدالت انصاف میں امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ مسٹر ڈلوری اعانت سے سر ظفر اللہ جج مقرر ہوئے یہ پاکستان میں امریکی خدمات کی انجام دہی کا ثمرہ تھا۔ پاکستان کو سیٹو جیسے معاہدوں میں پھنسانے کے صلے آپکی عزت افزائی کی گئی۔ سر ظفر اللہ نے جنوب مغربی افریقہ کے انقلاب کے مسئلے پر عالمی عدالت میں جو گھناؤنا کردار ادا کیا اس کے نتیجے میں برطانوی اور امریکی آقاؤں کی انشیرداد حاصل کر کے آپ کو عدالت کی صدارت تو مل گئی لیکن یہ داغ کسی طرح دھل نہ سکے گا۔ برطانوی سامراج کی شخصی یادگار سر ظفر اللہ محکوم اقوام کی آزادی کا ترجمان بن ہی نہیں سکتا تھا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک میں بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں لندن مشن اور سر ظفر اللہ کے بیانات تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور ان کی تلخی ابھی تک ہمیں یاد ہے۔ بین الاقوامی عدالت میں ظفر اللہ کے کردار کا ذکر ہی کیا ۱۹۴۵ء میں برطانوی سامراج نے آزادی پسند چین کی تحریک حریت کے زمانے میں آپ کو اپنا اے جی نامزد کر کے خصوصی خدمات کی بجائے کھینچے چین روانہ کیا۔ ایسے ہی تحریک پاکستان کے آخری ایام میں جون ۱۹۴۷ء تک جب تک برطانوی وزیراعظم نے تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ سر ظفر اللہ انڈین فیڈرل کورٹ کے جج تھے اور جج کی حیثیت سے کسی قسم کی سیاسی تحریک میں کوئی حصہ نہ لے سکتے تھے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کے بعد آپ استعفیٰ دے کر نواب بھوپال کے آئینی مشیر بن گئے۔ انگریز ان کی خدمات دلیان ریاست ہائے ہند کے مفادات کے تحفظ اور برطانوی حکومت کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کے سلسلے میں معاہدات کی تشکیل کے لئے مستعار لینا چاہتا تھا۔ لیکن آزادی کے ایکٹ اور لیبر حکومت کے دیگر اعلانات سے سیاسی صورت حال بدل گئی۔ سر ظفر اللہ نے انگریز گورنر پنجاب اور دیگر افسروں کے اشارے پر پنجاب کی سیاست میں قدم جانے کے لئے راہ ہموار کی سرخسریات کو استعفیٰ کا مشورہ دیا اور خود چیف منسٹر بننے کی امید لگا بیٹھے۔

سرفراز اللہ کٹر قادیانی تھے۔ مسلمانوں کو کافر وائرہ اسلام سے خارج قرار دینے پر ایمان رکھتے تھے اسی لئے قائد اعظم کا جنازہ نہ پڑھا۔ قادیانیوں کو سروسز میں لانے اور جماعت کے لئے سیاسی اور مادی فوائد کے حصول میں کوشاں رہے۔ عجم کے کرنل لارنس اور برطانوی سامراج کے عظیم حاشیہ بردار تھے۔ آپ استحصالی، اسلام دشمن اور حریت کش طبقات کے ترجمان اور آزادی کے متزاولوں کے سخت مخالف تھے۔

برطانیہ، امریکہ، اسرائیل اور قادیانی خلیفوں کے درمیان اہم رابطہ تھے۔ آپ کے ذاتی کردار کے بارے میں اگر کسی صاحب کو دلچسپی ہو تو ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۰ء کے الفضل قادیان اور پیغام صلح لاہور ملاحظہ کرے۔ خاص طور پر اس زمانے کی تحریرات جبکہ خلافت جوہلی ۱۹۳۹ء پر آپ نے مرزا محمود کو روپوں کی بھتیلی پیش کی اور لاہوری امیر جماعت محمد علی نے آپ کو باہمی اختلافات میں ثالث بننے کی ایک دعوت دی۔

تجربہ

مکہ معظمہ کی چار ہزار سالہ مکمل، مدلل، اور مفصل ذی شان تاریخ چھپ کر

تیار ہو چکی ہے

تیار ہو چکی ہے

تاریخ المکر المکرمہ

مؤلف: محمد عبد المعین

مؤلف: محمد عبد المعين

مکہ معظمہ کی تہذیبی، تمدنی، اقتصادی، ارتقائی اور جغرافیائی تاریخ - بیت اللہ مسجد الحرام، غلاف کعبہ، حجر اسود وغیرہ کی تاریخی دستاویز کا حسین مرقع - جلد اول صفحات ۲۸۴ قیمت / ۲۰ روپے - جلد دوم صفحات ۲۸۸ قیمت / ۲۰ روپے

مکتبۃ الحبیب - جامع مسجد سہولوں والی - رحمن پورہ - راولپنڈی

مجلس

تالیف و اشاعت

موسر المصنفین کی ایک آزاد تاریخی پیشکش
قادیان سے امریکہ تک

”قابلیت بڑی سے زیادہ بیکہ اس طرح مدد کی ہے کہ اس کی تعلیم سے بڑھ کر مدد کی ضرورت اور بڑھتی چھینٹ ہے۔ اس سے بڑی بڑی کمرے کو عام رسم عام کے خلاف کیے گئے استعمال کیا، اور ان کے قیام پر اس کا ذکر کیا گیا تھا، جسے خاص طور پر ان کا پیارا بچہ حسنہ اور ان کے ملازمین کا شوق ہے۔“

کتاب سے تیرا جواب کی ایک جھلک ہر ایک کی ذہنی عظمت پر

د

۱۔۔۔ سرمایہ خوریکہ مذہبی بربریت ۵۔۔۔ سیاسیات در دشتانی
۶۔۔۔ عالمی استعارے کے گاہے گاہے

۱- یک خط عمیق در قافایان به یک خط عمیق
۲- از قافایان به یک خط عمیق
۳- از قافایان به یک خط عمیق

مجلس عرفی ۱۲۰۰

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔

۱۲۔ ہمدردی و ہمدستی کے سلسلے میں

○

بلا تین اسی کو معین پڑی تھی

215

10

صنع قادیانی عیہ خانی اور یونی احمد رضا لاہور

سچ ہی طلب فرمائیں۔۔۔ تبلیغ کے لئے تو سچے طلب کرنے والوں کو ۳۳ فی صد رعایت۔

قسمت: ۲۵۲ رویت: ۲، کاغذ: ۵، طبعست: ۵، وندیکس: آفست، نیاک: جدید

1

وَالْعَلَمُ أَنَّ هَذَا كَلَامُ شَاوَرٍ

١٠٠